از عدالتِ عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 27 ستمبر 1955

ماچندر، پانڈورانگ کا بیٹا

بنام

ریاست حیدرآباد

[ویوین بوس، جگندھاداس اور بی پی سنہا جسٹس صاحبان]

ملزم کا معائنہ-ٹرائل عدالت کا فرض-مادی نکات پر ملزم سے پوچھ گچھ کرنے میں ناکامی-اثر-معزولی-ضابطہ فوجداری (ایکٹ V، سال 1898)، دفعہ 342-

اپیل کنندہ پر قتل کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا۔ مقدمے کی سماعت 4 سال تک جاری رہی۔ اس کا بھائی جو شریک ملزم تھا فرار ہو گیا۔ اپیل کنندہ کے خلاف ثبوت حالات پر مبنی تھا۔ اس کا اعتراف، جو اس کی گرفتاری کے 8 دن بعد کیا گیا تھا، کچھ دریافتوں کا باعث بنا لیکن ضابطہ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت ٹرائل عدالت نے اس کے بارے میں اس سے کبھی پوچھ گچھ نہیں کی۔ عدالت عالیہ نے اعتراف جرم کو شواہد سے خارج کر دیا، سزا کو برقرار رکھا لیکن سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کر دیا۔ عدالت عظمیٰ نے یہ نظریہ اختیار کیا کہ عدالت عالیہ اعتراف جرم کو شواہد سے خارج کرنے میں درست تھی اور ریکارڈ پر موجود شواہد پر سزا ناقابل برداشت تھی۔ فیصلہ کیا گیا کہ معاملے کے مخصوص حقائق میں ضابطہ اخلاق کی دفعہ 342 کے تحت ملزم کی جانچ پڑتال میں غلطی محض تکنیکی نہیں تھی اور ملزم کے لیے دوبارہ مقدمے کی سماعت کے لیے مقدمے کو واپس کرنا غیر منصفانہ ہو گا اور اس پر عائد سزا اور سزا دہی کو مسترد کر دیا جانا چاہیے۔

یہ کہ اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ عدالت کا فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ کوئی مجرم فرار نہ ہو، اس کے باوجود یہ اس کا فرض ہے کہ انصاف میں تاخیر نہ ہو اور ملزم افراد کو غیر معینہ مدت تک ہراساں نہ کیا جائے۔ استغاثہ اور ملزم کے درمیان بھی ترازو ہونا چاہیے۔

کہ یہ ضروری ہے کہ مجسٹریٹ اور سیشن ججوں کو اس فرض کو یاد رکھنا چاہیے جو ضابطہ فوجداری کی دفعہ 342 ان پر عائد کرتی ہے کہ وہ ملزم شخص سے منصفانہ اور مناسب طریقے سے پوچھ گچھ کریں اور اسے واضح اور آسان زبان میں اس کے خلاف بنائے گئے مادی نکات بتائیں تاکہ وہ، اگر چاہے تو، وضاحت کر سکے اور ان سے ملاقات کر سکے۔

اپیلیٹ فوجداری کا دائرہ اختیار: فوجداری اپیل نمبر 9، سال 1955۔

فوجداری تصدیق نمبر 638/6، سال 1951 اور فوجداری اپیل نمبر 770، سال 1951 میں حیدرآباد عدالت عالیہ کے 26 ستمبر 1951 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل، جو کہ 27 جون 1951 کے عدالت سیشن جج، عثمان آباد کے فیصلے اور حکم سے پیدا ہوتی ہے، فوجداری مقدمہ نمبر 12/8، سال 1951 میں۔

اپیل کنندہ کے لیے آر پٹنائک۔

جواب دہندہ کی طرف سے پورس اے مہتا اور پی جی گوکھلے۔

27.1955 ستمبر۔

عدالت کا فیصلہ بوس جسٹس نے سنایا۔

یہ ان معاملوں میں سے ایک ہے جس میں عدالتوں کو بری کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے کیونکہ مجسٹریٹ اور سیشن جج مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 342 کی اہمیت کو سمجھنے میں ناکام رہتے ہیں اور ملزم سے مناسب اور منصفانہ طور پر پوچھ گچھ کرنے کے ان پر عائد فرض کو نبھانے میں ناکام رہتے ہیں اس کے ذہن میں واضح اور سادہ زبان میں اس بات کا اظہار کرنا کہ اس کو کس معاملے سے نمٹنا ہے اور ہر مادی نکتہ جو اس کے خلاف پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور اگر وہ چاہتا ہے تو اسے ان کی

وضاحت کرنے کا موقع فراہم کرنا۔ اگر سیشن جج نے اس معاملے میں ایسا کیا ہوتا تو ممکن ہے کہ ہم بری کرنے کے پابند نہ ہوتے۔

حقائق سادہ ہیں۔ اپیل کنندہ مچندر پر ایک منمتھ کے قتل کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ مچندر کے بھائی گونا کا بھی چالان کیا گیا لیکن وہ فرار ہونے کی وجہ سے اس پر مقدمہ نہیں چلایا جا سکا۔

اپیل کنندہ اور متوفی اور گونا ایک ہی گاؤں میں رہتے ہیں۔ اپیل کنندہ اور متوفی کے درمیان کچھ بدگمانی تھی اور یہ قبول کیا جا سکتا ہے کہ گونا نے اپنے بھائی کے جذبات کا اشتراک کیا کیونکہ جہاں تک دشمنی کی تازہ ترین وجہ کا تعلق ہے، گونا کا بھی اتنا ہی تعلق ہے؛ اور یہ اپیل کنندہ کے والد پانڈو اور دوسرے بھائی بھیم پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ دشمنی کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ سال 1947 میں یا اس کے آس پاس اپیل کنندہ نے متوفی کا ایک جوڑا بیل اور ایک گاڑی چوری کی تھی۔ متوفی نے اس پر چوری کا مقدمہ چلایا اور گاڑی اور بیلوں کی قیمت کے لیے دیوانی مقدمہ بھی دائر کیا۔ وہ دونوں صورتوں میں کامیاب رہا۔ اپیل کنندہ کو چوری کا مجرم قرار دے کر جیل بھیج دیا گیا۔ اس کے خلاف 520 روپے کی ڈگری بھی پاس کی گئی اور اس ڈگری کو باضابطہ طور پر انجام دیا گیا۔

اب ہم قتل سے فوراً پہلے کے واقعات پر آتے ہیں۔ اپیل کنندہ اور اس کے اہل خانہ نے متوفی کی بہن پاروبائی کی کچھ زمین پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ اس نے اس زمین پر قبضہ کرنے کے لیے پورے خاندان پر مقدمہ دائر کیا، یعنی اس نے اپیل کنندہ کے والد پانڈو، اپیل کنندہ اور اس کے دو بھائیوں بھیم اور گونا کو شامل کیا۔ آخری سماعت 15-12-1950 پر ہوئی اور فیصلے کا اعلان 16-12-1950 پر کیا گیا۔ یہ پاروبائی کے حق میں تھا۔ متوفی نے یہ قانونی چارہ جوئی اپنی بہن کی جانب سے کی۔ وہ 15 تاریخ کو عدالت میں موجود تھے اور 16 تاریخ کو 3 بجے تک، جس دن فیصلے کا اعلان کیا گیا تھا، پرینداامیں موجود تھے، جہاں عدالت واقع ہے۔ یہ آخری بار تھا جو اس نے دیکھا تھا۔ ان حقائق کو بداحساس کی وجہ کہا جاتا ہے۔ لیکن، جیسا کہ حقائق خود اشارہ کرتے ہیں، دشمنی کا ایک ایسا ہی سبب (اگرچہ ایک ہی حد تک نہیں) باپ اور دوسرے بھائیوں کو تفویض کیا جا سکتا تھا؛ یکساں طور پر، ان

کے پاس بھی اسی طرح کے مواقع تھے۔ اپیل کنندہ کی نقل و حرکت کا سراغ پریندا اور وہاں سے واپسی ہے لیکن خاندان کے باقی افراد کی نقل و حرکت نہیں۔ اس لیے یہ نہیں دکھایا گیا کہ انہیں قتل کرنے کا ایسا کوئی موقع نہیں ملا۔ تاہم یہ قبول کیا جاسکتا ہے کہ اپیل کنندہ کی طرف سے دشمنی کی وجہ قائم کی گئی ہے۔

یہ ثابت ہوتا ہے کہ متوفی 15 تاریخ کو مقدمے کی آخری سماعت کے لیے پریندا گیا تھا اور یہ کہ وہ بھی 16 تاریخ کو دوپہر 3 بجے تک وہاں موجود تھا۔ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اپیل کنندہ 15 تاریخ کو عدالت میں موجود تھا اور اگلے دن وہ پریندا میں تھا۔ یہ قبول کیا جاسکتا ہے کہ متوفی اور اپیل کنندہ دونوں 15 تاریخ کو ایک ہی وقت میں عدالت میں موجود تھے اور اس لیے اپیل کنندہ کو معلوم تھا کہ متوفی اس دن عدالت میں حاضر ہوا تھا۔ لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے ملے تھے یا 16 تاریخ کو ایک دوسرے کی نقل و حرکت کے بارے میں جانتے تھے۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ دونوں مختلف مقامات اور اوقات پر اپنے اپنے وکلاء سے ملنے گئے اور مقدمے کا نتیجہ معلوم کیا۔

مقدمے کے چار یا پانچ دن بعد، اپیل کنندہ گھر آیا لیکن متوفی نہیں آیا۔ متوفی کا بیٹا شانتی لنگ (گواہ استغاثیہ 10)، جو جانتا تھا کہ اپیل کنندہ بھی مقدمے کے لیے پریندا گیا تھا، اس سے پوچھا کہ اس کے والد کہاں ہیں۔ اپیل کنندہ نے کہا کہ والد عدالت میں پیش نہیں ہوئے تھے۔ اس سے بیٹا پریشان ہو گیا، اس لیے وہ پوچھ گچھ کرنے کے لیے پریندا گیا۔ وہاں کے وکلاء نے اسے بتایا کہ اس کے والد 15 تاریخ کو عدالت میں حاضر ہوئے تھے اور وہ 16 تاریخ کو سہ پہر 3 بجے تک پریندا میں تھے۔ شانتی لنگ (گواہ استغاثیہ 10) نے فوری طور پر پولیس کو اطلاع دی کہ اس کے والد لاپتہ ہیں اور انہیں اس کی تفصیل دی اور ان چیزوں کی فہرست بھی دی جو اس نے پہنی ہوئی تھیں اور اس گھوڑے کی تفصیل جس پر وہ سوار تھا۔ یہ 26 تاریخ کو تھا۔ تین دن بعد، 29 تاریخ کو، اس نے باقاعدہ شکایت درج کروائی اور کہا کہ اسے ڈر ہے کہ اس کے والد کو قتل کر دیا گیا ہے اور کہا کہ اسے اپیل کنندہ اور اس کے بھائی گونا پر شک ہے۔

اپیل کنندہ کو اسی دن گرفتار کر لیا گیا اور اس کی گرفتاری کے بعد وہ پولیس اور پنچاس کو ایک ایسی جگہ لے گیا جہاں خون آلود مٹی اور گھاس اور خون آلود پتھر ملے، وہ کچھ اشیا بھی جو شانتی لنگ (گواہ استغاثیہ 10) نے 26 تاریخ کو پولیس کو بیان کی تھیں، یعنی چاندی کے لنگ کے ٹکڑے، چاندی کے دو کڑے، چاندی کا ایک سپائیک اور سفید رنگ کا بٹن۔ کڑوں کے علاوہ تمام انسانی خون سے داغدار پائے گئے۔ یہاں سے تقریباً 25 قدم کے فاصلے پر اپیل کنندہ نے ایک اور جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں متوفی کی لاش دفن پائی گئی تھی۔ موتیوں کی بالیاں اور دھاگے کا ایک کردودا جس میں تین لوہے کی چابیاں تھیں اب بھی جسم پر تھیں۔ وہ سب انسانی خون سے رنگے ہوئے تھے اور ثابت ہوتے ہیں کہ ان کا تعلق متوفی سے تھا۔

یکم جنوری 1951 کو اپیل کنندہ پولیس اور پنچوں کو ایک ایسی جگہ لے گیا جہاں دو گھوڑے کی زین کے پٹے اور دو لوہے کے رکاب دفن تھے۔ رکاب میں سے ایک انسانی خون سے رنگا ہوا تھا۔

3 تاریخ کو گھوڑے اور خود گھوڑے کی باگ ڈور دریافت ہوئی لیکن یہ دریافت اپیل کنندہ کے کہنے پر نہیں تھی۔

سوائے اس اعتراف کے جسے خارج کر دیا گیا ہے، اپیل کنندہ کے خلاف بس اتنا ہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ اس کے جرم کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ مختصر بیان میں حالات یہ ہیں کہ-

1. کہ اپیل کنندہ کو معلوم تھا کہ متوفی 16 تاریخ کو پربند اعدالت میں حاضر ہوا تھا اور اس نے اسے وہاں دیکھا تھا لیکن جب اس سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے جھوٹ بولا۔

گزرنے میں یہ مشاہدہ کیا جانا چاہیے کہ یہ مقدمے کا وہ درجہ نہیں ہے جس میں ایک ملزم شخص کو آخری بار قتل کے چند گھنٹوں کے اندر ایک قتل شدہ شخص کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ اگرچہ متوفی اور اپیل کنندہ دونوں ایک ہی وقت عدالت میں موجود تھے، لیکن وہ وہاں "ایک ساتھ" نہیں تھے اور ان کے درمیان بدگمانی کے پیش نظر اور اس حقیقت کے پیش نظر کہ متوفی گھوڑے پر سوار تھا، اس بات کا امکان نہیں ہے کہ وہ یا تو ساتھ سفر کریں یا آئیں اور اپیل کنندہ متوفی کے ساتھ نہیں تھا جب

اسے آخری بار 16 تاریخ کو سہ پہر 3 بجے دیکھا گیا تھا۔ لیکن یہ واضح ہے کہ اپیل کنندہ کچھ چھپانا چاہتا تھا۔

2. قتل کے تیرہ دن بعد اسے معلوم ہوا کہ منمٹھ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ قتل کہاں کیا گیا تھا اور لاش اور متوفی سے تعلق رکھنے والے کچھ سامان کہاں چھپائے گئے تھے۔

3. یہ کہ ان کے درمیان بدنیتی تھی، لیکن ایک بدنیتی جس میں اپیل کنندہ کے خاندان کے دیگر افراد سے اشتراک کی توقع کی جا سکتی ہے۔

4. کہ اسے جرم کرنے کا پورا موقع ملا تھا، لیکن اسی طرح کا موقع جو اس کے خاندان کے دیگر افراد کو بھی ملا تھا۔

سوال یہ ہے کہ کیا یہ چار حالات، جنہیں اس مقدمے کے پس منظر میں دیکھا گیا ہے، اپیل کنندہ کے قتل کے نتیجے کی ضمانت دینے کے لیے کافی ہیں۔ ہماری رائے میں، وہ اس لیے نہیں ہیں کہ وہی حالات اپیل کنندہ کے خاندان کے دیگر افراد پر یکساں شک کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ بھائی گونا پر بھی شک کیا گیا تھا اور وہ فرار ہو گیا تھا اور اس کا سراغ نہیں مل سکا تھا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ قاتل تھا اور یہ بتانا غلط ہوگا کہ اس کی غیر موجودگی میں، لیکن اگر وہ تھا، تو پھر اپیل کنندہ کا قتل اور چھپانے کے بارے میں علم، تیرہ دن بعد، گونا سے اخذ کیا گیا ہوگا، یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنے بھائی کو جرم کرتے ہوئے اور لاش اور اشیاء کو چھپاتے ہوئے دیکھا ہو۔ یہ وہ مفروضے ہیں جو اس مخصوص معاملے کے حقائق پر غیر معقول نہیں ہیں اور انہیں معقول طور پر خارج نہیں کیا گیا ہے۔ نتیجتاً، ہم تیرہ دن بعد اس محض علم کو برقرار رکھنے سے قاصر ہیں، جس کے ساتھ ایک مقصد جو تین دیگر مشترک ہیں، اور متوفی کی نقل و حرکت کے بارے میں جھوٹ جو قتل کے چار یا پانچ دن بعد بتایا گیا ہے، کافی ہیں اور چونکہ عدالت عالیہ نے اس کی بنیاد رکھی ہے، اس لیے سزا کو کالعدم قرار دیا جانا چاہیے۔

ہم نے پورے وقت میں فرض کیا ہے کہ 29 تاریخ کو دریافت ہونے والی لاش کی شناخت اور قتل کی حقیقت قائم ہو گئی ہے۔ ان حقائق کو ہمارے سامنے تسلیم نہیں کیا گیا تھا لیکن ہمیں اس نکتے پر

بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہنا کافی ہے کہ ہماری رائے میں دونوں حقائق تسلی بخش طور پر ثابت ہوئے ہیں۔

ہم نے اپنے فیصلے میں پہلے ایک اعتراف کا حوالہ دیا تھا جسے عدالت عالیہ نے خارج کر دیا ہے۔ اسے ثبوت سے خارج کر دیا گیا تھا کیونکہ اپیل کنندہ سے دفعہ 342، مجموعہ ضابطہ فوجداری کے تحت اس کے بارے میں پوچھ گچھ نہیں کی گئی تھی۔ ہم جمع کرتے ہیں کہ عدالت عالیہ کا خیال تھا کہ اس سے تعصب پیدا ہوتا ہے حالانکہ فاضل جج اتنے الفاظ میں ایسا نہیں کہتے۔ اپیل کنندہ کو 29 دسمبر 1950 کو گرفتار کیا گیا تھا اور اس نے 29 دسمبر 1950 کو اور 1، 2 اور 3 جنوری 1951 کو بہت سے انکشافات کیے لیکن 6 تاریخ تک اعتراف جرم نہیں کیا۔ اس کی گرفتاری اور 6th کے درمیان آٹھ دنوں میں بہت کچھ ہو سکتا ہے، اس لیے عدالت عالیہ نے اپیل کنندہ کا رخ سنے بغیر اس پر غور کرنے سے انکار کرنا بلاجواز نہیں تھا۔

ہمیں سوال کو دوبارہ کھولنے اور اگر ضروری ہو تو مقدمے کو واپس کرنے کو کہا گیا۔ لیکن ہم ایسا کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ججوں اور مجسٹریٹ کو مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت جانچ کی اہمیت کا احساس ہونا چاہیے اور اس عدالت نے بار بار انہیں یا بعض معاملات میں آنے والے نتائج سے خبردار کیا ہے۔ اپیل کنندہ کو دسمبر 1950 میں گرفتار کیا گیا تھا اور اس کے بعد سے یعنی ساڑھے چار سال سے زیادہ عرصے سے اس پر ایک طرح سے و دیگر طریقے سے مقدمہ چل رہا ہے۔ ہم ان افراد کو غیر معینہ مدت کے لیے شش و پنج میں رکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں جو اپنی زندگی کے لیے مقدمے کا سامنا کر رہے ہیں کیونکہ مقدمے کے جج اپنا فرض ادا کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ انصاف یک طرفہ نہیں ہوتا۔ اس کے بہت سے پہلو ہیں اور ہمیں متضاد حقوق اور فرائض کے درمیان ایک اچھا توازن بنانا ہوگا۔ اگرچہ یہ دیکھنا ہم پر واجب ہے کہ مجرم اس سے بچ نہ سکیں کیونکہ یہ دیکھنا اور بھی ضروری ہے کہ جرم کے ملزم افراد کو غیر معینہ مدت تک ہراساں نہ کیا جائے۔ انہیں ایک منصفانہ اور غیر جانبدارانہ مقدمے کی سماعت دی جانی چاہیے اور جب کہ ہر معقول حد ان لوگوں کو دی جانی چاہیے جو جرم کا پتہ لگانے سے متعلق ہیں اور انہیں انصاف کے انتظام کی ذمہ داری سونپی جانی چاہیے، اس بات کی حدود رکھی جانی چاہئیں کہ وہ کس حد تک جا سکتے ہیں۔ جرم کے واضح معاملات کے

علاوہ، جہاں غلطی خالصتاً تکنیکی ہے، ملزم کے خلاف جو قوتیں کھڑی کی گئی ہیں انہیں اپنی گڑبڑ کے اثرات کو ٹھیک کرنے کے لیے خصوصی اپیل میں اس سے زیادہ اجازت نہیں دی جانی چاہیے کہ ملزم کو اپنے دفاع میں موجود خلاء کو ٹھیک کرنے کی اجازت دی جائے جو وہ نچلی عدالتوں میں کر سکتا تھا اور اسے کرنا چاہیے تھا۔ انصاف کے پیمانے کو یکساں توازن پر رکھا جانا چاہیے چاہے وہ ملزم کے حق میں ہو یا اس کے خلاف، چاہے وہ ریاست کے حق میں ہو یا نہ ہو؛ اور تمام معاملات میں ایک وسیع قاعدہ لاگو ہونا چاہیے۔

یہاں غلطی محض تکنیکی نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اپیل کنندہ 29 تاریخ کو سب کچھ ظاہر کرنے اور ہر چیز کو صاف کرنے کے لیے تیار تھا اور اس کے باوجود پولیس نے اعتراف جرم عدالتی طور پر ریکارڈ کرنے سے پہلے آٹھ دن انتظار کیا۔ یہ وضاحت کے قابل ہو سکتا ہے لیکن ساڑھے چار سال بعد کسی ملزم سے اس کے حق میں اس قسم کے حقائق قائم کرنے کے لیے کہنے میں دشواری واضح ہے۔ لہذا کوئی عمومی قاعدہ مرتب کرنے کی کوشش کیے بغیر، ہم یہاں ظاہر ہونے والے حقائق کی وجہ سے اس معاملے میں دوبارہ مقدمے کا حکم دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

اپیل کی اجازت ہے۔ سزا اور سزا دہی کو الگ کر دیا جاتا ہے اور اپیل کنندہ کو بری کر دیا جاتا ہے۔